گردشِ وقت اور تخلیقِ ادب

علی احمد فاطمی

مجنوں گورکھپوری نے اپنے ایک اہم مضمون ادب اور زندگی میں ایک جگہ لکھا ہے ۔

''ادیب کو خلّاق کہا گیا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ قادر مطلق کی طرح صرف ایک کُن سے جو جی چاہے اور جس وقت جی چاہے پیدا کر سکتا ہے۔ شاعر جو کچھ کہ کہتا ہے اس میں شک نہیں کہ ایک اندرونی اُپج سے مجبور ہو کر کہتا ہے جو بظاہر انفرادی چیز معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل یہ اُپج خارجی حالات و اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے''۔

ان خارجی حالات و اسباب کی اُلٹ پھیر میں وقت کی گردش کا بڑا

دخل ہوتا ہے۔ مجنوں گورکھپوری نے یہ بھی کہا کہ شاعر کی زبان کو الہامی زبان کہا جاتا ہے مگر اس الہامی زبان پر در پردہ ماحول، زمانہ، تاریخ اور وقت کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جرمنی کے مشہور فلسفی ہیگل نے فلسفہ کو بھی تاریخ اور وقت سے جوڑ کر دیکھا ہے یعنی فلسفہ نام ہے انسان کے خیالات و افکار کے آگے بڑھنے کا اور وقت کے بدلتے رہنے کا۔ اسی فلسفہ کو مجنوں نے اپنی زباں میں یوں کہا ہے ۔

''ادب بھی تاریخ ہے جس میں کسی ملک یا کسی قوم کے دور بہ دور بدلتے ہوئے تمدن کی مسلسل تصویریں نظر آتی ہیں۔ البتہ اس کے لیے دیدۂ بنیاد درکار ہے۔ فنون لطیفہ بالخصوص ادبیات کسی نہ کسی حد تک قوموں کے عروج و زوال کا آئینہ ضرور ہوتے ہیں''۔

(ادب اور زندگی)

یہ آئینہ ہی وقت ہے یا وقت آئینہ۔۔۔۔ وقت صرف گردش صبح و شام نہیں ہوتا ہے۔ آرام و آلام بھی ہوتا ہے اور تاریخ کا انجام بھی۔ ایک قوت ہوتا ہے یا کم از کم قوت کا احساس۔ جس سے اضطراب واحتجاج جنم لیتا ہے جو کبھی کبھی انقلاب کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ انقلاب دبے پاؤں شعر و ادب کی دنیا میں داخل ہوتے ہیں اور بہت سارے سوالات چھڑ جاتے ہیں۔

دورِ حاضر کے بزرگ ادیب و ناقد اکثر سوال کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اس وقت بڑا ادب یا بڑے ادیب نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ ناول تو لکھے جا رہے ہیں لیکن گئودان اور آگ کا دریا جیسے بڑے ناول کا فقدان ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا یہ محض اتفاق ہے یا نئی نسل کے ادیبوں و تخلیق کاروں کے پاس اس پایے کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔۔۔ ذرا اور اوپر اُٹھ کر یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت ڈوائن کمیڈی .....۔ شاہنامہ یا رامائن جیسی بڑی چیزیں نہیں لکھی جا رہی ہیں۔ اور یہ کام تو پریم چند اور قرۃ العین حیدر جیسے بڑے لوگ بھی نہ کر سکے جن کی تخلیقات پر ہم سر دُنتے ہیں۔ شاید بادی النظر میں اس کی وجہ یہی ہوا کرتی ہے کہ ہر عہد میں وقت کروٹ لے لیتا ہے۔ مسائل بدل جاتے ہیں۔ آج کی زندگی اور اس سے وابستہ مسائل ہی دوسرے ہیں۔ اگر آج کوئی داغ کے طرز کی شاعری اور علی عباس حسینی کے طرز کی کہانیاں لکھے گا تو وہ بے سُرا ہو جائیگا۔ ترقی پسند شاعر علی سردار جعفری پر ان کی لمحاتی اور وقتی شاعری پر طرح طرح کے الزام لگائے اور ان لوگوں نے لگائے جن کی شاعری وقتی بھی نہ تھی۔ جعفری نہایت منطقی انداز میں سب کا جواب دیتے رہے۔ پتھر کی دیوار کے دیباچہ میں انہوں نے وقتی اور لمحاتی شاعری کی افادیت کے پیش نظر کہا۔

''میری شاعری وقتی ہے۔ مجھے یہ بات تسلیم کر لینے میں
ذرا بھی جھجھک نہیں ہے۔ ہر شاعر کی شاعری وقتی ہوتی
ہے۔ممکن ہے کوئی اور اسے نہ مانے لیکن میں اپنی جگہ
یہی سمجھتا ہوں اگر ہم اگلے وقتوں کا راگ الاپیں گے تو
بے سُرے ہو جائیں گے۔آنے والے زمانے کا راگ
جو بھی ہوگا وہ آنے والی نسلیں گائیں گی۔ہم تو آج ہی
راگ چھیڑ سکتے ہیں''۔

امریکی نقاد ایمرسن بھی کہتا ہے کہ ہر دور کو اپنا کلاسیکی ادب پیدا کرنا چاہئے یعنی ہر ادبی کارنامے میں عصری میلانات،خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔یعنی روحِ عصر۔اسی لیے ممتاز ترقی پسند ناقد احتشام حسین نے بھی کہا۔''ادب اگر ملک اور زمانے کے تازہ ترین فکریات یعنی اجتماعی خیالات وافکار کا حامل نہیں ہے تو وہ صحیح معنوں میں ادب نہیں ہے۔'' یہ الگ بات ہے کہ زندگی، وقت اور ادب کی کچھ دائمی قدریں ہوتی ہیں جو اسے دور تک لے جاتی ہیں اور تاریخ کا اٹوٹ حصّہ بنا دیتی ہیں لیکن تاریخ تو خود بھی صرف واقعات کی ترتیب کا نام نہیں بلکہ وقت کی تعبیر اور زندگی کی تفسیر کا دوسرا نام ہے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ کامیاب ادب وہ ہے جو حال کا آئینہ تو ہو ہی ساتھ ہی مستقبل کا اشاریہ بھی ہو یعنی بڑا ادب وقت کی طنابیں کھینچے دیتا

ہے۔ جہاں ایسا نہیں ہوتا وہاں مستقبل کی راہیں مسدود ہوتی نظر آتی ہیں اور حال پر ماضی حاوی ہو جاتا ہے۔ ماضی، حادثات و تجربات سے پُر ہماری رہنمائی کرتا ہے۔لیکن ماضی کی یاد ماضی کا کرب اور ماضی کے ماتم میں بہر حال فرق ہوا کرتا ہے۔ان دنوں اردو کے بعض ناولوں میں جو مسلمانوں کا، اودھ کا اور ماضی کا نوحہ پیش کیا جا رہا ہے وہ وقت کی اسی ستم ظریفی۔ مستقبل سے مایوسی اور عدم دور اندیشی کا ہی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزار کامیاب فکشن سہی لیکن بہر حال اس کے ڈانڈے انتظار حسین اور قرۃ العین حیدر کے فکشن سے ملتے نظر آتے ہیں۔

وقت صرف دن رات نہیں ہوتا۔ وقت صرف کل آج بھی نہیں ہوتا۔ یہ وقت کا محض فطری سائیکل ہے ایک سائنسی و جغرافیائی عمل۔لیکن دن رات اور کل آج کی متضاد صورتوں سے خطہ زمین پر جو اقدامات ہوتے ہیں جو حادثات ہوتے ہیں جس سے زندگی بنتی ہے اور کبھی کبھی بگڑتی بھی ہے جس کے قدم سے قلم حرکت میں آتا ہے جو بغیر بتائے ہوئے دبے پاؤں حال میں ماضی کو لپیٹ لیتا ہے اور از خود مستقبل بھی گرفت میں آجاتا ہے۔ زندگی کی تنظیم و تجسیم کچھ ایسی ہی فطرت رکھتی ہے۔علی سردار جعفری نے زندگی نظم میں کہا تھا۔

اس کے لیے حسین ہے دن　　اس کے لیے جواں ہے رات

مثل تغیرات دہر صرف اسی کو ہے ثبات
یہ ہے نگارِ بزمِ گل یہ ہے عروسِ کائنات
جانِ جہاں وشاید کون ومکاں ہے زندگی

بھوک کا خارزار ہے پیاس کا ریگذار ہے
عمر رواں کی پشت پر عمر رواں کا بار ہے
کل بھی وہ بیقرار تھی آج بھی بیقرار ہے
اپنے تضاد کو لیے گرمِ عناں ہے زندگی

اب میں کچھ معروضات انیس، اقبال اور جوش کے ذریعہ رکھنا چاہوں گا۔

واقعہ کربلا کو گذرے ہوئے صدیاں گذر گئیں لیکن اس حادثہ کی دائمیت نے جیسے وقت کو تھام لیا ہو اور میر انیس جیسے عظیم شاعر نے اسے دوئم درجہ کی سمجھی جانے والی رثائی شاعری کے ذریعہ وہ اقدار، جذبات اور لمحات دیدیے کہ وقت جیسے ٹھہر گیا ہو۔ عجیب بات یہ بھی ہے کہ دکن میں جہاں بادشاہ سے لے کر عوام تک سبھی شیعی تہذیب میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مرثیہ نگاری عام تھی لیکن انیس پیدا ہوئے لکھنو کے زوال پذیر معاشرہ میں ایسا زوال کہ انیس کو کہنا پڑا ؎

کس وقت یہاں چھوڑ کے ملکِ عدم آئے
جب اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے

لیکن اسی گرانی وقت میں انیس نے غیر معمولی شاعری کی، وقت کو واقعات سے مربوط کر کے اس کی حکمرانی شادمانی اور خوں فشانی کو طرح طرح سے پیش کیا۔ کبھی صبح کا بے مثال منظر، کبھی شام کا دھندلکا، کبھی آسمان اور کبھی ریگستان اور کبھی کبھی وجدان، وقت کے مختلف منظر دیکھے ۔

آخر ہے رات حمد ثنائے خدا کرو
اٹھو فریضہ سحری کو ادا کرو

صدقے سحر بیاض یہ بین السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحفِ ناطق کے نور کی

یہ دفتر عالم کے الٹ جانے کا دن ہے
یہ مُہر امامت پہ زوال آنے کا دن ہے

دیکھئے رات، دن، صبح سبھی لمحے آئے اور صرف جغرافیہ شکل میں نہیں بلکہ ماورائی شکل میں جہاں زندگی اپنے تمام تر آب وتاب، ایمان وانصاف، حق وصداقت کے ساتھ سمٹ آئی ہے جس کا نتیجہ شہادت تو تھا لیکن آلِ رسول

نے اسے عبادت میں بدل دیا۔ یہ وقت کا ہی کرشمہ ہے۔

باقی ہیں جو راتیں وہ عبادت میں بسر ہوں
یہ زیست کے دن تیری اطاعت میں بسر ہوں

یہ وہ وقت تھا جب دبستان لکھنو میں غزلیہ شاعری نزاکت کے ساتھ ساتھ نرگسیت اور مجہولیت کا غیر معمولی شکار ہو رہی تھی۔ وقت کچھ ایسا آن پڑا تھا کہ فراریت شعر و ادب کا حصّہ بنی ہوئی تھی۔ ایسے نازک وقت میں انیس نے صرف عقیدت ہی نہیں بلکہ جرات و جسارت اور غیر معمولی صلاحیت کے ذریعہ رسائیت کے وہ گل کھلائے کہ غزل شرمندہ ہو کر پس منظر میں چلی گئی اور لکھنوی شاعری آتش ناسخ سے زیادہ انیس دبیر کے ذریعہ جانی گئی اور دور تک پھیل گئی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ حالی کو اپنی بات پہنچانے کے لیے مسدّس کا سہارا لینا پڑا۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ اگر انیس کے مرثیے نہ ہوتے تو مسدّس حالی کی یہ شکل ہمارے سامنے نہ ہوتی۔ راقم اس سے اور آگے بڑھ کر یہ کہنے کی جسارت کرتا ہے کہ پوری ترقی پسند شاعری پر انیس کا پرتو ہے۔ لاشعوری اثرات و انعکاس جس کی واضح جھلکیاں سردار جعفری۔ کیفی اعظمی وامق جونپوری کے یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بلاشبہ انیس ان سب کی پیش روی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اس پیش روی میں انسانی و اخلاقی اقدار تو کام کرتے ہی ہیں وقت کی رفتار اور آزاد

کام کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ زندگی المیوں سے بھری پڑی ہے اور انیس کے وقت المیہ کا استعارہ بن جاتا ہے۔ بقول آلِ احمد سرور۔ ''انیس نے مرثیہ کو جلوہ صدرنگ بنادیا لیکن مرثیت سے اس کا رشتہ مضبوط رکھا''۔

وقت اگر انیس کے یہاں المیہ کے طور پر آتا ہے تو اقبال کے یہاں فلسفہ بن جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وقت کی رفتار اور زندگی کے حادثات اور تجربات ہی غور وفکر کے سنجیدہ عمل سے گذر کے فلسفہ کا روپ اختیار کرتے ہیں اور شعر میں ڈھلتے ہیں اور شاعر خواہ اقبال جیسا فلسفی شاعر کیوں نہ ہو اس کے شعر میں بھی وقت سائنسی انداز میں کم تخلیقی انداز میں زیادہ در آتا ہے کبھی حُسن کی شکل میں اور کبھی طاقت کی شکل میں، ممتاز شاعر اور دانشور علی سردار جعفری کا یہ شاعرانہ خیال وقت اور اقبال دونوں کو کس قدر قریب اور ہم آہنگ کر دیتا ہے۔

> ''اقبال نے بھی وقت کو شاعر کی طرح محسوس کیا ہے۔
> کائنات کے تخلیقی عمل میں اقبال نے جو لذت و مسرت
> محسوس کی ہے اس کا جشن اپنی شاعری میں منایا ہے اور
> تصور وقت اس جشن کا حصّہ ہے''۔

ملاحظہ کیجئے یہاں وقت کے ساتھ جشن کی وابستگی ہے لیکن وقت صرف جشن نہیں رنگ و بو نہیں، بہار نہیں بلکہ خزاں بھی ہے عیاں نہیں بلکہ نہاں بھی ہے۔ اسی لیے جب انسان کی حسیّت بدلتی ہے تو وقت بھی بدلتا ہے اور دنیا بھی بدلتی

نظر آتی ہے۔ سرد و گرم بدلتے ہیں تو کیف و کم بھی بدل جاتے ہیں۔ اسی سرد و گرم اور کیف و کم کے بھنور میں اقبال کا تصور وقت پہلی بار اسرار خودی میں ظاہر ہوتا ہے اور وقت تلوار کا استعارہ بن جاتا ہے جو کبھی فاتح ہوتا ہے اور کبھی مفتوح۔ وقت اسی الٹ پھیر کا نام ہے جسے عام زبان میں انقلاب کہتے ہیں لیکن کبھی کبھی اس انقلاب میں ابہام در آتا ہے۔ شاید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ زندگی ایک راز ہے۔ دراصل اس راز کا راست تعلق گردشِ وقت سے ہے، گردش ایام سے ہے۔ اقبال وقت کی اس رفتار میں ارتقا کا مادہ پیدا کر دیتے ہیں اور جرمن فلسفی برگساں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ ان اشعار کو ملاحظہ کیجئے ان میں وقت کی رفتار بھی ہے۔ پرواز بھی ثبات و کائنات بھی ؎

قریب نظر ہے سکون و ثبات　　تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود　　کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی　　فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی

اقبال کا ذوق پرواز، ذوقِ عمل سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے ترقی پسند ناقدین اقبال کے اس تصور کو جدلی مادیت سے قریب دیکھتے ہیں اور شاید یہ دُرست بھی ہے اس لیے کہ دنیا کا خارجی وجود بھی بہر حال اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ تضاد اور تصادم کی تصویریں بنتی بگڑتی رہتی ہیں لیکن اس سے زماں و مکاں کی تشکیل بھی ہوتی رہتی ہے۔ فطرت بھی اس میں معین و مددگار

ہوتی ہے جس کا تخلیقی اظہار شعرا کرتے آئے ہیں اقبال نے بھی قدم قدم پر اسے آشکار کیا ہے۔ تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات'' میں جو لفظ ''تڑپتا'' ہے وہ بے حد معنی خیز ہے اس میں ذرہ کی تڑپ تو ہے ہی وقت کی بھی تڑپ ہے اپنے آشکار کے لیے، شوقِ نمائش کے لیے ہے۔ ان اشعار کو ملاحظہ کیجئے ؎

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ ذرے ذرے میں ہے ذوق آشکارائی

ہر چیز ہے محوِ خودنمائی
ہر ذرّہ شہید لبریائی

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُن فیکون

اور اقبال کے یہ اشعار تو غیر معمولی شہرت اور معنویت رکھتے ہیں۔

سلسلۂ روز و شب نقش گر حادثات
سلسلۂ روز و شب اصل حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب ساز ازل کی فغان
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بم ممکنات
تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات

نہ دن ہے نہ رات کا یہ مطلب نہیں کہ وقت ٹھہر گیا ہے یا بے معنی ہو گیا ہے بلکہ کچھ ایسے دائمی اقدار و اقدام جو وقت کی سطح پر امر ہو جاتے ہیں۔ اقبال ایسے ہی اعمالِ لازوال کی قدم قدم پر نشاندہی کرتے ہیں، کچھ اقبال شناسوں نے اسے وقت کی رو میں زندگی چلتی اور بہتی رہے سے تعبیر کیا ہے حالانکہ اقبال کے اس شعر سے کچھ اور ہی مطلب نکلتا ہے۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصّہ جدید و قدیم

لیکن سردار جعفری نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہاں وہ رومی کے قریب آجاتے ہیں جبکہ ان کا اصل تصّور وقت برگساں کے قریب ہے لیکن ان کے اندر کا شاعر اور شاعر کی تشبیہیں، استعارے اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں لیکن اس کی خلاقی، روانی اور کہانی کے وہ غیر معمولی قائل ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''اقبال کے یہاں وقت جابر اور قاہر مگر خلّاق طاقت ہے۔ ایک بے پناہ تسلسل۔ ایک بہتے ہوئے طاقتور دریا کی طرح ڈوبنے اور تیرنے والوں سے بے نیاز آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ موت اور زندگی کی ساری حقیقت یہی تسلسل وقت ہے۔ یہ روح انسانی سے پیدا ہوتا ہے اور روحِ انسانی میں گم ہو جاتا ہے۔''

اقبال کی شاعری میں خدا، وقت اور انسان باہم مدغم ہو گئے ہیں۔ اس کی بہترین تصویر و تحریر مسجد قرطبہ میں دیکھی جا سکتی ہے لیکن اس کا مزید خوبصورت عکس دیکھنا ہو تو ساقی نامہ میں دیکھئے ؎

دمادم رواں ہے یمِ زندگی
ہر اک شے سے پیدا رَمِ زندگی
اس سے ہوئی ہے بدن کی نمود
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دود
گراں گرچہ ہے صحبت آب و گل
خوش آئی اسے محنتِ آب و گل

زمانہ کہ زنجیر ایام ہے
دموں کے الٹ پھیر کا نام ہے

زنجیر ایّام کی ترکیب و ترتیب، زندگی کی تنظیم ہے جس میں انسان ایک جہانِ تازہ کی تعمیر کرتا ہے۔ یہاں انسان وقت سے بھی بڑا ہو جاتا ہے یا وقت اسے بڑا بنا دیتا ہے یا انسان وقت کو بڑا کر دیتا ہے۔ یہ سلسلہ روز و شب ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ اسی سلسلہ سے سلسلہ نفس کے تار بھی جُڑے ہوئے ہیں۔ انسان اس کی محنت، عقل، عشق، اس

کے کارنامے۔ اقبال کا خیال ہے کہ کائنات و حیات کو وقت اور انسان دونوں مل کر تعمیر کرتے ہیں۔ یہ کاروانِ حیات اسی طرح چلتا رہا اور چلتا رہے گا۔

اقبال کا تصّور وقت اس قدر تہہ دار اور کہیں کہیں پیچیدہ ہے کہ اس پر مزید گفتگو کے لیے اس ہیچ..... کے پاس وقت ہے نہ سکت۔ اس کے لیے یہاں محض چند اشاروں کے بعد میں اب ایک ایسے شاعر کا ذکر کروں گا جو شباب اور انقلاب کے ذریعہ زیادہ جانا گیا، جس کو فکر و فلسفہ سے دور رکھا گیا یا سمجھا گیا۔ میری مراد جوش ملیح آبادی سے ہے۔ یہ سچ ہے کہ جوش، اقبال کی طرح فکر و فلسفہ کے شاعر نہیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جوش کے یہاں فکر کا فقدان ہے الہام و افکار کی نظموں میں تو وہ مفکر شاعر نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ان کی نظمیں عروج انسانی، معاش و معاشرت، امواج تخیل، موجد و مفکر، عیاشی اور عمل وغیرہ غور و فکر سے پُر نظمیں ہیں۔ ایک نظم بنام قوت و حیات میں خود کہتے ہیں ؎

میرا یہ نام ہے جو ذرا سا۔۔اس امر میں
شامل فقط زمیں ہی نہیں آسماں بھی ہے
اس منزلت میں، مرحمت ملحداں کے ساتھ
کچھ عنصر نوازشِ روحانیاں بھی ہے

تنہا نہیں نوازشِ روحانیاں کی بات
فیضانِ اشتراکِ، خرابا تیاں بھی ہے

اقوالِ خفتہ پائے تھکے قافلے کے ساتھ
افکار تو قدم کا جواں کارواں بھی ہے
لب پر نہیں ہیں صرف حکایاتِ رفتگاں
نوک زباں فسانہ آئندگاں بھی ہے

جوش کے یہاں بہت کچھ ہے لیکن افسوس کہ ایک مخصوص طبقہ فکر نے انہیں صرف نیچر، منظر کا شاعر مانا اور کچھ نے صرف شباب اور انقلاب، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جوش کا جوش وجذبہ۔ان کی رومانیت اور انقلابیت انہیں کسی منضبط فکر پر آسانی سے ٹھہرنے نہیں دیتی تاہم مختلف اثرات کے تحت ہی سہی ان کے یہاں زندگی، وقت اور انسان کی عقل اور عمل کی جو گن گرج ہے وہ ان کی نظموں سے زیادہ ان کی رباعیوں اور مرثیوں میں دکھائی دیتی ہے۔چند رباعیاں ملاحظہ کیجئے ؎

آنکھوں میں بھرے عظیم قرنوں کا گداز　　پلکوں میں پردئے جملہ آفاق کے راز
تم کون ہو؟ ٹھہرو ذرا اے مرد بزرگ　　"میں وقت ہوں" دور سے یہ آئی آواز

اے نوعِ بشر وقت کی قیمت پہچان　　سرمایہ آفاق ہے ہر پل ہر آن
ہر لرزشِ مژگاں پہ نچھاور کونین　　ہر سانس پہ سو نظامِ شمسی قربان

پل بھر بھی نہیں وقت گریزاں کو قرار　　ہلچل میں ثوابت ہیں پرافشاں سیار
ہم کو ہے وہاں تلاش تمکین و ثبات　　ہر آن تھرک رہے ہیں کہسار

پیغام ازل ہے کاہلی کا آزاد　　محنت ہی پر ہے زندگی کا مدار
دنیا اسے کاندھا بھی نہ دے گی واللہ　　لمحات کے دلدل پہ جو ہوگا نہ سوار

اُٹھ ساغرِ شب چھلک رہا ہے ساقی　　فرصت کا سبو درک رہا ہے ساقی
سن بال کمانی کی خدارا ٹک ٹک　　یہ وقت کا دل دھڑک رہا ہے ساقی

بیہودہ نسانوں میں گنوا دیں راتیں　　بکواس کی موجوں پہ بہا دیں راتیں
کیا صبح کو منھ دکھا سکے گا جس نے　　قصوں کی انگیٹی پہ جلا دیں راتیں

یہ جوش کا اپنا مخصوص انداز ہے اور رباعی کا منفرد اسلوب۔ لیکن بغور ملاحظہ کیجئے تو یہاں وقت ایک رکی کردار کی طرح موجزن ہے۔ جوش وجذبہ تو ہے ہی۔ ایک نصیحت ملی ہے کہ جو وقت کو پکڑ کر نہیں چلتا وقت اسے

بہت پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ جوش نے وقت کے زیر و بم اور سرد و گرم کو اپنے مخصوص لیکن فطری انداز میں پیش کیا ہے لیکن اس فطرت میں آگہی ہے۔ بیداری اور بیقراری بھی۔ ایک نوجوان ادیب شہنواز عالم نے اپنے ایک مضمون ''وقت کی کہانی جوش کی زبانی'' میں اچھی بات لکھی ہے ۔

''وقت جوش کے نزدیک ایک بہت ہی مضبوط طاقتور کردار کے مانند ہے جو غیبی طور پر انسانی زندگیوں میں اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ وقت کی کروٹیں گدا کو شاہ اور شاہ کو گدا بنا دیتی ہے، پھر وہی بات آتی ہے کہ جس نے وقت کی نبض کو وقت کے مزاج کو صحیح طور پر سمجھ لیا وقت کی بہتر آگہی کا ہنر حاصل کرلیا وہ وقت کے ہاتھوں سرفراز ہوتا چلا گیا۔ وقت نے بھی اسے سہارا دیا۔ جس نے وقت کو برباد کیا وقت نے اسے برباد کرنے میں ذرا بھی جھجک نہ دکھائی۔ ان جملوں کے معنی و مفہوم کو ایک وسیع تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے شعبہ حیات انسانی کے ہر گوشے میں ان کی معنویت برقرار رہتی ہے۔ جوش نے اپنی رباعیوں کے ذریعہ بلا شبہ وقت کو موضوع بنا کر مختلف جہات کے ساتھ بڑے فنکارانہ خیالات پیش کئے ہیں۔ جوش نے اپنے وقت کی

جدت پسندی اپنے وقت کے ردوبدل فنّی وفکری لسانی و
ثقافتی تبدیلیوں کے تناظر میں بے پناہ رباعیاں پیش کی
ہیں۔''

وقت کی یہ طاقت، یہ کردار ان کے مرثیوں میں ایک عجیب انسانی واخلاقی طاقت بن کر اُبھرتا ہے جس نے ان کے مرثیوں کو ایک نیا رنگ وآہنگ دیدیا۔ دوتین بند ملاحظہ کیجئے ۔

آئینِ کشمکش سے ہے دنیا کی زیب وزین
ہر گام ایک بدر، ہو ہر سانس اک حُنین
بڑھتے رہو یوں ہی پئے تسخیر مشرقین
سینوں میں بجلیاں ہو زبانوں پہ یا حُسین
تم حیدری ہو سینہ اژدر کا پھاڑ دو
اس خیبر جد کا بھی رنہ اکھاڑ دو

☆☆

دیکھو وہ ختم ظلم کی حد ہے بڑھے چلو
اپنا ہی خود یہ وقتِ مدد ہے بڑھے چلو
بڑھنے میں عزت ابوجد ہے بڑھے چلو
وہ سامنے حیاتِ ابد ہے بڑھے چلو

الٹے رہو چھاور یوں ہی آستین کو
الٹی ہے آستین تو پلٹ دو زمین کو

☆☆

زندگی شعلہ جوالہ ہے گلزار
موت کا گھاٹ ہے یہ مصر کا بازار نہیں

☆☆

مجروح پھر ہے عدل ومساوات کا شعار
اس بیسویں صدی میں ہے پھر طرفہ انتشار

☆☆

اے زندگی جلال شہہ مشرقین دے
اس تازہ کربلا کو بھی عزمِ حسین دے

☆☆

پرانی کربلا اور نئی کربلا کے درمیان جو وقت کا سفر ہے۔ انسانی زندگی کے انتشار واضطراب کا سفر ہے جوش کوئی مذہبی انسان نہ تھے لیکن امام حسین نے اپنی بے مثال اور لازوال قربانی کے ذریعہ جو پیغام دیا تھا وہ لوح ادب پر تو رقم ہوا ہی لوحِ وقت پر بھی رقم ہوگیا۔ اسی پیغام کو اپنی مخصوص

حرکت وحرارت کے ذریعہ پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے۔انسان کو بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ان کا یہ شعر کس قدر مشہور ہوا۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

☆☆

حق وباطل کی وہ جنگ جو قدیمی وکلاسیکی مرثیوں میں بین اور آہ پر ختم ہوتی تھی۔جوش نے اسے ہمت اور استقلال دیا ایک نیا جلال وجمال دیا اور ایک نیا پیغام بھی۔یہ دو شعر دیکھئے ۔

فکر حق سوز یہاں کاشت نہیں کر سکتی
کربلا تاج کو برداشت نہیں کر سکتی

☆☆

کوئی کہدے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

☆☆

جوش کے مرثیوں میں جو ہمت، جرات اور وقت کے جو shades ہیں انہیں قریب سے اور خلوص سے سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہ جوش نے وقت کی اس بے رحمی و سفا کی کو کس قدر شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ پروفیسر فضل امام رضوی نے ایک مضمون میں لکھا ۔

''جوش کے مراثی اردو شعر و ادب میں ایک بالکل نئی شاہراہ کی
سمت کا تعین کرتے ہیں ان کے مراثی نے اپنے زمان و مکان
میں شعراء کے شعور و لاشعور کو تکان دی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ
جوش کے ہتک دار کی صدائے بازگشت صرف دوسرے مرثیہ
نگاروں میں ہی نہیں بہت سینگار اور غزل گو شعرا کے یہاں بھی
یہ گونج کبھی دھیمی اور کبھی بلند آہنگ میں ملتی ہے۔''

(جوش کی معنویت عہد حاضر میں)

اور سچ ہے کہ انیس، اقبال اور جوش کی اس نوع کی شاعری کی آواز دبے پاؤں پوری ترقی پسند شاعری میں داخل ہوگئی اور جذب و پیوست ہوگئی۔ سردار جعفری، مخدوم، کیفی، ساحر، وامق وغیرہ کی شاعری میں وقت کی آہیں صاف طور پر سُنی جاسکتی ہیں۔ کچھ مثالیں دیکھئے ؎

وقت کے پہیے کی گردش رُک نہیں سکتی کبھی
عمر کی نبضوں کی جنبش رُک نہیں سکتی کبھی
روح آزادی کو سینے میں جکڑ سکتا ہے کون
ناچتے سورج کی کرنوں کو پکڑ سکتا ہے کون

علی سردار جعفری (جنگ اور انقلاب)

☆☆

وقت کے میلے بدن پر دھاریاں ہیں نور کی
تھرتھراتے ہیں ہوا میں سینکڑوں چاندی کے تار
عارض گُل رنگ پر صبح تمدن کی نمود
گود میں تہذیب انسانی کا طفل شیر خوار
آنکھ میں ماضی کا جادو رخ پہ مستقبل کا نور
انکھڑیوں میں ارتقا کے جامِ رنگین کا خمار
اپنے سینے میں لئے انسان کے سینے کا جوش
دوش پر اپنے اُٹھائے فکر انسانی کا بار

علی سردار جعفری (وقت)

☆☆

اور وقت کا یہ معشوقانہ انداز بھی چند شعر میں ملاحظہ کیجئے ؎

گذر رہا ہے زمانہ بہار ہے نہ خزاں
بس اک تبسم برق و شرار رقص میں ہے
نہ جانے کون ہے معشوق کون ہے عاشق
نہ جانے کس کا دل بیقرار رقص میں ہے
برس رہے ہیں درختوں سے رنگ صورتِ برگ
طلسم خانہ لیل و نہار رقص میں ہے

یہ کائنات کا حیرت کدہ طلسم وجود
ازل کے روز سے بے اختیار رقص میں ہے

علی سردار جعفری میل وقت)

☆☆

گردشِ وقت کی دل بیقرار سے وابستگی اور بیابانہ رقص طلسمی، نظم کو غزل تو بناتی ہے جذبہ عشق کو فلسفہ وقت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اب کچھ ٹکڑے کیفی اعظمی کے بھی ملاحظہ کیجئے۔

چراغ ہے بجھا بجھا سا منزل نجات کا
پڑا ہے دن کی لاش پر کفن اندھیری رات کا
اتر گیا ہے تار تار سازِ کائنات کا
سمٹ کے نقطہ بن گیا ہے دائرہ حیات کا
بڑھا کے ریگ نقط کو طبق بنا رہے ہیں ہم
بقا کو مژدہ بقا کہ رن میں آ رہے ہیں ہم

(آخری جنگ)

☆☆

وقت کے آگے اُڑی کتنی تہذیبوں کی حصول
وقت کے آگے مٹے کتنے مذہب اور رواج

وقت کی گردش میں ہے چاند تاروں کا نظام
وقت کی ٹھوک میں ہیں کیا حکومت کیا سماج
آدمی کو چاہئے وقت سے ڈر کر رہے
کون جانے کس گھڑی وقت کا بدلے مزاج

(ساحر لدھیانوی)

☆☆

مثالیں اور بھی ہیں لیکن میں وامق جونپوری کی نظم وقت کے دو اقتباس پیش کر کے گفتگو کو تمام کرتا ہوں۔

وقت اک جوئے رواں
بیکراں۔ سیل رواں
وقت کا کوئی کنارہ ہے نہ اس کی کوئی تھاہ
اس کی ہر موج ہزاروں صدیاں
جزر و مد اس کے تواریخ جہانِ گذراں
وقت رفتار ہے لمحات کا اک دھارا ہے
وقت دلدار و جہاندار و جہاں آرا ہے

(ساحر لدھیانوی)

☆☆

وقت دوار ہے
تخلیق کا گہوارہ ہے
وقت فنکار ہے
تہذیب کا فوار ہے
وقت کے ہاتھوں کا ڈھالا ہوا شہکار انساں
صدفِ بطن زمیں کا در شہوار انساں
وقت ادراک و کمالاتِ نظر دیتا ہے
پائے افکار کو توفیق نظر دیتا ہے
وقت دیدہ ور صورت گر و معمار بھی ہے
وقت کے ہاتھ میں تخریب کی تلوار بھی ہے

☆☆

وقت کی سانس ہے طوفانوں کا آہنگ خرام
اس کی ہر جنبشِ مژگاں ہے تغیر کا پیام
انقلاب اس کا مزاج
وقت ہر غم کا علاج

☆☆☆